

خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو،^(۱) تو تم میں سے بعض بخیلی کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخیلی کرتا ہے۔^(۲) اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر (اور محتاج) ہو^(۳) اور اگر تم روگردان ہو جاؤ^(۴) تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے۔^(۵) (۳۸)

سورۃ فتح مدنی ہے اور اس میں اتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔ (۱)

مَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ مَنْ دَعَوْنَا لِنُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيمَتَكُمْ مَنْ يَخْلُ مِنْكُمْ وَمَنْ يَبْعَلْ فَإِنَّمَا يَبْعَلْ عَن نَّفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ ﴿۳۸﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿۱﴾

بخل بھی کرو گے اور اسلام کے خلاف اپنے بغض و عناد کا ظہار بھی۔ یعنی اس صورت میں خود اسلام کے خلاف بھی تمہارے دلوں میں عناد پیدا ہو جائے کہ یہ اچھا دین ہے جو ہماری محنت کی ساری کمائی اپنے دامن میں سمیٹ لینا چاہتا ہے۔!

(۱) یعنی کچھ حصہ زکوٰۃ کے طور پر اور کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔

(۲) یعنی اپنے ہی نفس کو اتفاق فی سبیل اللہ کے اجر سے محروم رکھتا ہے۔

(۳) یعنی اللہ تمہیں خرچ کرنے کی ترغیب اس لیے نہیں دیتا کہ وہ تمہارے مال کا ضرورت مند ہے۔ نہیں، وہ تو غنی ہے، بے نیاز ہے، وہ تو تمہارے ہی فائدے کے لیے تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ اس سے ایک تو تمہارے اپنے نفسوں کا تزکیہ ہو۔ دوسرے، تمہارے ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری ہوں۔ تیسرے، تم دشمن پر غالب اور برتر رہو۔ اس لیے اللہ کی رحمت اور مدد کے محتاج تم ہونے کہ اللہ تمہارا محتاج ہے۔

(۴) یعنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جاؤ۔

(۵) بلکہ تم سے زیادہ اللہ اور رسول کے اطاعت گزار اور اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرنے والے ہوں گے۔ نبی ﷺ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس سے مراد یہ اور اس کی قوم ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ایمان ثریا (ستارے) کے ساتھ بھی لٹکا ہوا ہو تو اس کو فارس کے کچھ لوگ حاصل کر لیں گے"۔ (الترمذی۔ ذکرہ الألبانی فی الصحیحۃ ۳/ ۱۴)

☆ ۱/۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ۱۴ سو کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم عمرے کی نیت سے مکہ تشریف لے گئے،

تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے،^(۱) اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے^(۲) اور تجھے سیدھی راہ چلائے۔^(۳)

اور آپ کو ایک زبردست مدد دے۔^(۳)

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيَذَرُهُ أَهْلَكُوكَ
وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿۲﴾

وَيُصِرُّكَ اللَّهُ تَصَوُّرًا عَزِيمًا ﴿۳﴾

لیکن کے کے قریب حدیبیہ کے مقام پر کافروں نے آپ ﷺ کو روک لیا اور عمرہ نہیں کرنے دیا، آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ بھیجا تاکہ وہ رؤسائے قریش سے گفتگو کر کے انہیں مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت دینے پر آمادہ کریں۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ان کی شہادت کی افواہ پھیل گئی، جس پر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی بیعت لی جو بیعت رضوان کہلاتی ہے۔ یہ افواہ غلط نکلی، تاہم کفار مکہ نے اجازت نہیں دی اور مسلمانوں نے آئندہ سال کے وعدے پر واپسی کا ارادہ کر لیا، وہیں اپنے سر بھی منڈا لیے اور قربانیاں کر لیں۔ نیز کفار سے اور بھی چند باتوں کا معاہدہ ہوا، جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکثریت ناپسند کرتی تھی لیکن نگاہ رسالت نے اس کے دور رس اثرات کا اندازہ لگاتے ہوئے، کفار کی شرائط پر ہی صلح کو بہتر سمجھا۔ حدیبیہ سے مدینے کی طرف آتے ہوئے راستے میں یہ سورت اتری، جس میں صلح کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا گیا چونکہ یہ صلح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور اس کے دو سال بعد ہی مسلمان مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔ اسی لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو لیکن ہم حدیبیہ کی صلح کو فتح شمار کرتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی بابت فرمایا کہ آج کی رات مجھ پر وہ سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية وتفسير سورة الفتح)

(۱) اس سے مراد ترک اولیٰ والے معاملات یا وہ امور ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے فہم و اجتہاد سے کیے، لیکن اللہ نے انہیں ناپسند فرمایا، جیسے عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کا واقعہ ہے جس پر سورہ عبس کا نزول ہوا، یہ معاملات و امور اگرچہ گناہ اور منافی عصمت نہیں، لیکن آپ ﷺ کی شان ارفع کے پیش نظر انہیں بھی کو تاہیاں شمار کر لیا گیا، جس پر معافی کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔ لِيَغْفِرَ میں لام تعلیل کے لیے ہے۔ یعنی یہ فتح مبین ان تین چیزوں کا سبب ہے جو آیت میں مذکور ہیں۔ اور یہ مغفرت ذنوب کا سبب، اس اعتبار سے ہے کہ اس صلح کے بعد قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہوا، جس سے آپ ﷺ کے اجر عظیم میں بھی خوب اضافہ ہوا اور حسنات و بلندی درجات میں بھی۔

(۲) اس دین کو غالب کر کے جس کی تم دعوت دیتے ہو۔ یا فتح و غلبہ عطا کر کے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مغفرت اور ہدایت پر استقامت یہی اتمام نعت ہے (فتح القدیر)

(۳) یعنی اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ ہدایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے نوازے۔

وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں،^(۱) اور آسمانوں اور زمین کے (کل) لشکر اللہ ہی کے ہیں۔^(۲) اور اللہ تعالیٰ دانا باحکمت ہے۔^(۳)

تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں لے جائے جن^(۴) کے نیچے سرسبز رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہ دور کر دے، اور اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔^(۵)

اور تاکہ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں،^(۶)

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرُدُّوْا ذُرِّيَّتَهُمْ وَإِلَيْهَا رَاجِعُهُمْ وَاللَّهُ جُوْدٌ سَلِيْبٌ وَالْأَرْضُ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝

وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَالْكَاذِبِينَ بِاللَّهِ طَرَفَ النَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضَبَ

(۱) یعنی اس اضطراب کے بعد، جو مسلمانوں کو شرائط صلح کی وجہ سے لاحق ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں سکینت نازل فرمادی، جس سے ان کے دلوں کو اطمینان، سکون اور ایمان مزید حاصل ہوا۔ یہ آیت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

(۲) یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے کسی لشکر (مثلاً فرشتوں) سے کفار کو ہلاک کروادے۔ لیکن اس نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت ایسا نہیں کیا اور اس کے بجائے مومنوں کو قتال و جہاد کا حکم دیا۔ اسی لیے آگے اپنی صفت علیم و حکیم بیان فرمائی ہے۔ یا مطلب ہے کہ آسمان و زمین کے فرشتے اور اسی طرح دیگر ذی شوکت و قوت لشکر سب اللہ کے تابع ہیں اور ان سے جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ بعض دفعہ وہ ایک کافر گروہ کو ہی دوسرے کافر گروہ پر مسلط کر کے مسلمانوں کی امداد کی صورت پیدا فرمادیتا ہے۔ مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں ہے، وہ اپنے پیغمبر اور اپنے دین کی مدد کا کام کسی بھی گروہ اور لشکر سے لے سکتا ہے۔ (ابن کثیر و ایسر التفسیر)

(۳) حدیث میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں نے سورہ فتح کا ابتدائی حصہ سنا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ تَوَّابُونَ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ”آپ ﷺ کو مبارک ہو، ہمارے لیے کیا ہے؟ جس پر اللہ نے آیت لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ نازل فرما دی (صحیح بخاری، باب غزوة الحديبية)، بعض کہتے ہیں کہ یہ لِيَرُدُّوْا ذُرِّيَّتَهُمْ اِيَّا يَنْصُرَكَ کے متعلق ہے۔

(۴) یعنی اللہ کو اس کے مکملوں پر متمم کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے

(در اصل) انہیں پر برائی کا پھیرا ہے،^(۱) اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لیے دوزخ تیار کی

اور وہ (بست) بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (۶)

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔^(۷) (۷)

یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (۸)

تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی

بیان کرو صبح و شام۔ (۹)

جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں،^(۳) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے،^(۴) تو جو

شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے^(۵) اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے

اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَفَّ أَعْيُنَهُمْ وَسَدَّ مَعِينَهُمْ ۝

وَبَلَّغَهُ جُزْءَ السُّلُوبِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ
بِخُفْوَةٍ وَكَوْثُرٍ ۝

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

فَمَنْ عَفَاكَ فَإِنَّمَا يَفْعِلْهُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ

اللَّهُ فَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ یہ مغلوب یا مقتول ہو جائیں گے اور دین اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (ابن کثیر)

(۱) یعنی یہ جس گردش، عذاب یا ہلاکت کے مسلمانوں کے لیے منتظر ہیں، وہ تو ان ہی کا مقدر بننے والی ہے۔

(۲) یہاں اسے منافقین اور کفار کے ضمن میں دوبارہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان دشمنوں کو ہر طرح ہلاک کرنے پر قادر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی حکمت و مشیت کے تحت ان کو جتنی چاہے مہلت دے دے۔

(۳) یعنی یہ بیعت دراصل اللہ ہی کی ہے، کیونکہ اسی نے جناد کا حکم دیا ہے اور اس پر اجر بھی وہی عطا فرمائے گا۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا کہ یہ اپنے نفسوں اور مالوں کا جنت کے بدلے اللہ کے ساتھ سودا ہے (التوبہ: ۱۱۱) یہ اسی طرح

ہے جیسے ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰)

(۴) آیت سے وہی بیعت رضوان مراد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کی خبر شہادت سن کر ان کا انتقام لینے کے لیے حدیبیہ میں موجود ۱۳ یا ۱۵ سو مسلمانوں سے لی تھی۔

(۵) نَحَثٌ (عہد شکنی) سے مراد یہاں بیعت کا توڑ دینا یعنی عہد کے مطابق لڑائی میں حصہ نہ لینا ہے۔ یعنی جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔

اللہ کے ساتھ کیا ہے^(۱) تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔ (۱۰)

دیہاتوں میں سے جو لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ اب تجھ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مال اور بال بچوں میں لگے رہ گئے پس آپ ہمارے لیے مغفرت طلب کیجئے۔^(۲) یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔^(۳) آپ جو اب دے دیجئے کہ تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا بھی اختیار کون رکھتا ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو^(۴) یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے^(۵) تو، بلکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خوب

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا
وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا يَمْوُلُونَ يَا لَيْسَ تِهِمْ مَا لَيْسَ فِي
قُلُوبِهِمْ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ
ضَرًّا أَوْ آرَادَ بِكُمْ نِعْمًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

(۱) کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کرے گا؟ ان کے ساتھ ہو کر لڑے گا؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و غلبہ عطا فرمادے۔

(۲) اس سے مدینے کے اطراف میں آباد قبیلے، غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم اور دہل مراد ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھنے کے بعد (جس کی تفصیل آگے آئے گی) عمرے کے لیے مکہ جانے کی عام منادی کرادی۔ مذکورہ قبیلوں نے سوچا کہ موجودہ حالات تو مکہ جانے کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ وہاں ابھی کافروں کا غلبہ ہے اور مسلمان کمزور ہیں نیز مسلمان عمرے کے لیے پورے طور پر ہتھیار بند ہو کر بھی نہیں جاسکتے۔ اگر ایسے میں کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کا فیصلہ کر لیا تو مسلمان خالی ہاتھ ان کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟ اس وقت کے جانے کا مطلب اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ عمرے کے لیے نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بابت فرما رہا ہے کہ یہ تجھ سے مشوریتوں کا عذر پیش کر کے طلب مغفرت کی التجائیں کریں گے۔

(۳) یعنی زبانوں پر تو یہ ہے کہ ہمارے پیچھے ہمارے گھروں کی اور بیوی بچوں کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے ہمیں خود ہی رکنا پڑا، لیکن حقیقت میں ان کا پیچھے رہنا، نفاق اور اندیشہ موت کی وجہ سے تھا۔

(۴) یعنی اگر اللہ تمہارے مال ضائع کرنے اور تمہارے اہل کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لے تو کیا تم میں سے کوئی اختیار رکھتا ہے کہ وہ اللہ کو ایسا نہ کرنے دے۔

(۵) یعنی تمہیں مدد پہنچانا اور تمہیں غنیمت سے نوازنا چاہیے۔ تو کوئی روک سکتا ہے؟ یہ دراصل مذکورہ متخلفین (پیچھے رہ جانے والوں) کا رد ہے جنہوں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ وہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تو نقصان سے محفوظ اور منافع سے بہرہ ور ہوں گے۔ حالانکہ نفع و ضرر کا سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

باخبر ہے۔^(۱) (۱۱)

(نہیں) بلکہ تم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ پیغمبر اور مسلمانوں کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ آنا قطعاً ناممکن ہے اور یہی خیال تمہارے دلوں میں رچ بس گیا تھا اور تم نے برا گمان کر رکھا تھا۔^(۲) دراصل تم لوگ ہو بھی ہلاک ہونے والے۔^(۳) (۱۲)

اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔^(۴) (۱۳)

اور زمین اور آسمانوں کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔^(۵) (۱۴)

جب تم غنیمتیں لینے جانے لگو گے تو جھٹ سے یہ پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ کہنے لگیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیجئے،^(۶) وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

بَلْ كُنْتُمْ اَنْ تَنْتَقِبَ الرَّسُولَ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَىٰ اٰهْلِيهِمْ اَبَدًا
وَدَيِّنَ ذٰلِكَ فِي قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا السَّوْءَ
وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّؤْتِرًا ﴿۱۱﴾

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ
سَعِيْرًا ﴿۱۲﴾

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يَعْرِضُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۳﴾

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلَىٰ مَعَانِمِ لِمَا تَخَذُوْهَا
ذُرُوْبًا لِّتُبْعَ عَلَيْكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ يُبَيِّدُوْا كَلِمَ اللّٰهِ فَاِنَّكُمْ

(۱) یعنی تمہیں تمہارے عملوں کی پوری جزا دے گا۔

(۲) اور وہ یہی تھا کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کی مدد نہیں کرے گا۔ یہ وہی پہلا گمان ہے، تکرار تاکید کے لیے ہے۔

(۳) بُؤْرٌ، بَابُوْرٌ کی جمع ہے، ہلاک ہونے والا، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقدر ہلاکت ہے۔ اگر دنیا میں یہ اللہ کے عذاب سے بچ گئے تو آخرت میں توبیح کر نہیں جاسکتے وہاں تو عذاب ہر صورت میں بھگتنا ہو گا۔

(۴) اس میں متخلفین کے لیے توبہ و انابت الی اللہ کی ترغیب ہے کہ اگر وہ نفاق سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے گا، وہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

(۵) اس میں غزوہ خیبر کا ذکر ہے جس کی فتح کی نوید اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں دی تھی، نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہاں سے جتنا بھی مال غنیمت حاصل ہو گا وہ صرف حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کا حصہ ہے۔ چنانچہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی مسلسل عہد شکنی کی وجہ سے خیبر پر چڑھائی کا پروگرام بنایا تو مذکورہ متخلفین نے بھی محض مال غنیمت کے حصول کے لیے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا، جسے منظور نہیں کیا گیا۔ آیت میں مغانم سے مراد مغانم خیبر ہی ہیں۔

کے کلام کو بدل دیں (۱) آپ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے، (۲) وہ اس کا جواب دیں گے (نہیں نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (۳) (اصل بات یہ ہے) کہ وہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔ (۴) (۱۵)

آپ پیچھے چھوڑے ہوئے بدویوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے (۵) پس اگر تم اطاعت کرو (۶) گے تو اللہ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا (۷) اور اگر تم نے منہ پھیر لیا جیسا کہ اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ (۸) (۱۶)

تَدْعُونَا كَذَلِكَ قَالِ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ قَسِيْقُولُونَ
بَلْ تَحْسُدُونَ عَلَيْنَا قَالِ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ⑤

قُلِ لِلَّهِ الْخَلْقُ كُلِّهِ مِنَ الْأَنْعَامِ سَتَدْعُونَ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ نَابِئِ
شَدِيدٍ لِّمَقَاتِلِهِمْ أَوْ قَوْمِ قَارِئِ طَلِيعُوا يُؤَيِّدُوا اللَّهَ أَجْرًا
حَسَنًا قَالِ تَتَوَكَّلُوا كَمَا تَوَكَّلْتُمْ مِنْ قَبْلِ يَعِدُ لَكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ⑥

(۱) اللہ کے کلام سے مراد اللہ کا خیر کی غنیمت کو اہل حدیبیہ کے لیے خاص کرنے کا وعدہ ہے۔ منافقین اس میں شریک ہو کر اللہ کے کلام یعنی اس کے وعدے کو بدلنا چاہتے تھے۔

(۲) یہ نفی بمعنی نہی ہے یعنی تمہیں ہمارے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے۔
(۳) یعنی یہ متغلبین کہیں گے کہ تم ہمیں حسد کی بنا پر ساتھ لے جانے سے گریز کر رہے ہو تاکہ مال غنیمت میں ہم تمہارے شریک نہ ہوں۔

(۴) یعنی بات یہ نہیں ہے جو وہ سمجھ رہے ہیں؛ بلکہ یہ پابندی ان کے پیچھے رہنے کی پاداش میں ہے۔ لیکن اصل بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

(۵) اس جنگ جو قوم کی تعیین میں اختلاف ہے، بعض مفسرین اس سے عرب کے ہی بعض قبائل مراد لیتے ہیں، مثلاً ہوازن یا حثیفت، جن سے حنین کے مقام پر مسلمانوں کی جنگ ہوئی۔ یا میلثہ الکذاب کی قوم بنو حنیفہ۔ اور بعض نے فارس اور روم کے مجوسی و عیسائی مراد لیے ہیں۔ ان پیچھے رہ جانے والے بدویوں سے کہا جا رہا ہے کہ عنقریب ایک جنگجو قوم سے مقابلے کے لیے تمہیں بلایا جائے گا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو تمہاری اور ان کی جنگ ہوگی۔

(۶) یعنی خلوص دل سے مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑو گے۔

(۷) دنیا میں غنیمت اور آخرت میں پچھلے گناہوں کی مغفرت اور جنت۔

(۸) یعنی جس طرح حدیبیہ کے موقع پر تم نے مسلمانوں کے ساتھ مکہ جانے سے گریز کیا تھا، اسی طرح اب بھی تم جماد سے بھاگو گے، تو پھر اللہ کا دردناک عذاب تمہارے لیے تیار ہے۔

اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے،^(۱) جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے (درختوں) تلے نہریں جاری ہیں اور جو منہ پھیر لے اسے دردناک عذاب (کی سزا) دے گا۔ (۱۷)

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔^(۲) ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا^(۳) اور ان پر اطمینان نازل فرمایا^(۴) اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی^(۵) (۱۸) اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے^(۶) اور

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمُرُوفِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِرِ اللَّهُ فَيَسْأَلْهُ يَنْخُلْهُ جَلْبُوتٌ يُخْرِجُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارَ وَمَنْ يَبْتَغِ اللَّهَ فَيَأْتِهِ اللَّهُ يَتَخَلَّصْهُ مِنَ الْيَمِينِ ۝

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنزَلَهُمْ أَفْئَةً قَرِيبًا ۝

وَمَعْلَمٌ كَثِيرٌ يَا خُذْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

(۱) بصارت سے محرومی اور لنگڑے پن کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذوری۔ یہ دونوں عذر تو لازمی ہیں۔ ان اصحاب عذریا ان جیسے دیگر معذورین کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ حرج کے معنی گناہ کے ہیں ان کے علاوہ جو بیماریاں ہیں، وہ عارضی عذر ہیں، جب تک وہ واقعی بیمار ہے، شرکت جہاد سے مستثنیٰ ہے۔ بیماری دور ہوتے ہی وہ حکم جہاد میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔

(۲) یہ ان اصحاب بیعت رضوان کے لیے رضائے الہی اور ان کے پکے پکے سچے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ ہے، جنہوں نے حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی کہ وہ قریش مکہ سے لڑیں گے اور راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ (۳) یعنی ان کے دلوں میں جو صدق و صفا کے جذبات تھے، اللہ ان سے بھی واقف ہے۔ اس سے ان دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ان کا ایمان ظاہری تھا، دل سے وہ منافق تھے۔

(۴) یعنی وہ ننتے تھے، جنگ کی نیت سے نہیں گئے تھے، اس لیے جنگی ہتھیار مطلوبہ تعداد میں نہیں تھے۔ اس کے باوجود جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفانؓ کا بدلہ لینے کے لیے ان سے جہاد کی بیعت لی تو بلا ادنیٰ تامل، سب لڑنے کے لیے تیار ہو گئے، یعنی ہم نے موت کا خوف ان کے دلوں سے نکال دیا اور اس کی جگہ صبر و سکینت ان پر نازل فرمادی جس کی بنا پر انہیں لڑنے کا حوصلہ ہوا۔

(۵) اس سے مراد وہی فتح خیبر ہے جو یہودیوں کا گڑھ تھا، اور حدیبیہ سے واپسی پر مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔ (۶) یہ وہ غنیمتیں ہیں جو خیبر سے حاصل ہوئیں۔ یہ نہایت زرخیز اور شاداب علاقہ تھا، اسی حساب سے یہاں سے مسلمانوں کو بہت بڑی تعداد میں غنیمت کا مال حاصل ہوا، جسے صرف اہل حدیبیہ میں تقسیم کیا گیا۔

اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (۱۹)

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ساری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے^(۱)
جنہیں تم حاصل کرو گے پس یہ تو تمہیں جلدی ہی عطا فرما
دی^(۲) اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے،^(۳) تاکہ
مومنوں کے لیے یہ ایک نشانی ہو جائے^(۴) اور (تاکہ) وہ
تمہیں سیدھی راہ چلائے۔^(۵) (۲۰)

اور تمہیں اور (غنیمتیں) بھی دے جن پر اب تک تم نے
قابو نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قابو میں رکھا ہے^(۶)
اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۱)
اور اگر تم سے کافر جنگ کرتے تو یقیناً پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھر نہ
تو کوئی کار ساز پاتے نہ مددگار۔^(۷) (۲۲)

وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُوهَا فَجَعَلَ لَكُمْ هَذَا
وَكَمَّتْ أَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ وَلَيَكُونَنَّ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ
وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝

وَأَخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

وَلَوْ قَاتَلَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْآلِبَارِئَةَ لَإِيْحِدُونَ
وَلَيَأْتِيَنَّكُمْ صِرَاطًا ۝

(۱) یہ دیگر فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہونے والی غنیمتوں کی خوش خبری ہے جو قیامت تک مسلمانوں کو حاصل ہونے
والی ہیں۔

(۲) یعنی فتح خیبر یا صلح حدیبیہ، کیونکہ یہ دونوں تو فوری طور پر مسلمانوں کو حاصل ہو گئیں۔

(۳) حدیبیہ میں کافروں کے ہاتھ اور خیبر میں یہودیوں کے ہاتھ اللہ نے روک دیئے، یعنی ان کے حوصلے پست کر دیئے
اور وہ مسلمانوں سے مصروف پیکار نہیں ہوئے۔

(۴) یعنی لوگ اس واقعے کا تذکرہ پڑھ کر اندازہ لگائیں گے کہ اللہ تعالیٰ قلت تعداد کے باوجود مسلمانوں کا محافظ اور دشمنوں پر
ان کو غالب کرنے والا ہے یا یہ روک لینا، تمام موعودہ باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی نشانی ہے۔

(۵) یعنی ہدایت پر استقامت عطا فرمائے یا اس نشانی سے تمہیں ہدایت میں اور زیادہ کرے۔

(۶) یہ بعد میں ہونے والی فتوحات اور ان سے حاصل ہونے والی غنیمت کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح چار دیواری کر
کے کسی چیز کو اپنے قبضے میں کر لیا جاتا ہے اور پھر اس کی بابت بے فکری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان فتوحات کو
اپنے حیطہ اقتدار میں لیا ہوا ہے۔ یعنی گوا بھی تمہاری فتوحات کا دائرہ وہاں تک وسیع نہیں ہوا ہے۔ لیکن اللہ نے انہیں
تمہارے لیے اپنے قابو میں کیا ہوا ہے، وہ جب چاہے گا، تمہیں اس پر غلبہ عطا کر دے گا، جس میں کوئی شک والی بات
نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بعض نے أَحَاطَ کے معنی عَلِمَ کے کیے ہیں، یعنی اسے معلوم ہے کہ وہ
علاقے بھی تم فتح کرو گے۔

(۷) یہ حدیبیہ میں متوقع جنگ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر یہ قریش مکہ صلح نہ کرتے بلکہ جنگ کا راستہ اختیار

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ نَجِدُ لِسُنَّةِ
اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ
الَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ
مَعَهُمْ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَّا إِلَيْهِ مُرْجِعُونَ ۝

اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے،^(۱) تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلتا ہوا نہ پائے گا۔ (۲۳)

وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا تھا،^(۲) اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ (۲۴)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے لیے موقوف جانور کو اس کی قربان گاہ میں پہنچنے سے (روکا)،^(۳) اور اگر ایسے (بہت سے)

کرتے تو یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے، کوئی ان کا مددگار نہ ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم وہاں تمہاری مدد کرتے اور ہمارے مقابلے میں کس کو ٹھہرنے کی طاقت ہے؟

(۱) یعنی اللہ کی یہ سنت اور عادت پہلے سے چلی آ رہی ہے کہ جب کفر و ایمان کے درمیان فیصلہ کن معرکہ آرائی کا مرحلہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد فرما کر حق کو سر بلندی عطا کرتا ہے، جیسے اس سنت اللہ کے مطابق بدر میں تمہاری مدد کی گئی۔

(۲) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں تھے تو کافروں نے ۸۰ آدمی جو ہتھیاروں سے لیس تھے، اس نیت سے بھیجے کہ اگر انہیں موقع مل جائے تو دھوکے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کارروائی کریں چنانچہ یہ مسلح جتھہ جبل تنعیم کی طرف سے حدیبیہ میں آیا، جس کا علم مسلمانوں کو بھی ہو گیا اور انہوں نے ہمت کر کے ان تمام آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ ان کا جرم تو شدید تھا اور ان کو جو بھی سزا دی جاتی، صحیح ہوتی۔ لیکن اس میں خطرہ یہی تھا کہ پھر جنگ ناگزیر ہو جاتی۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر جنگ کے بجائے صلح چاہتے تھے کیونکہ اسی میں مسلمانوں کا مفاد تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معاف کر کے چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب قول اللہ تعالیٰ وهو الذی کف ایذہم عنکم، بطن مکہ سے مراد حدیبیہ ہے۔ یعنی حدیبیہ میں ہم نے تمہیں کفار سے اور کفار کو تم سے لڑنے سے روکا۔ یہ اللہ نے احسان کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

(۳) ہڈی اس جانور کو کہا جاتا ہے جو حاجی یا معتمر (عمرو کرنے والا) اپنے ساتھ لے کے جاتا تھا۔ یا وہیں سے خرید کر ذبح کرتا تھا محل (حلال ہونے کی جگہ) سے مراد وہ قربان گاہ ہے جہاں ان کو لے جا کر ذبح کیا جاتا ہے جاہلیت کے زمانے میں۔ یہ مقام معتمر کے لیے مروہ پھاڑی کے پاس اور حاجیوں کے لیے منی تھا۔ اور اسلام میں ذبح کرنے کی جگہ مکہ منی اور پورے حدود حرم ہیں۔ مَعْكُوفًا، حال ہے۔ یعنی یہ جانور اس انتظار میں رکھے ہوئے تھے کہ مکے میں داخل ہوں تاکہ

لَوْ تَلَّوْهُمُ اَنْ لَّنَطُوْهُمُ مُصِيبًا لَّكُم مِّنْهُمْ مَّعْرُوفًا يُخْبِرُ عَلَيْهِ
 لِيُدْخَلَ اللهُ فِيْ رَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا الْعَدُوَّ بَنَّا الَّذِيْنَ
 كَفَرُوا وَاِنَّهُمْ عَدَاؤُنَا لَبَيِّنًا ﴿۳۸﴾

مسلمان مرد اور (بہت سی) مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی^(۱) یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا،^(۲) (تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی^(۳)) لیکن ایسا نہیں کیا گیا^(۴) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر یہ الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔^(۵) (۲۵) جب کہ^(۶) ان کافروں نے اپنے دلوں میں حسیت کو جگہ دی اور حسیت بھی جاہلیت کی، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی^(۷) اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقوے کی بات پر

لِيُدْخَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِيْبَةَ حَيْثُ
 الْجَاهِلِيَّةِ فَانزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَعَلَى
 الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْمُتَّقِيْنَ وَكَانُوا اَحْسَى

انہیں قریاں کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کافروں نے ہی تمہیں بھی مسجد حرام سے روکا اور تمہارے ساتھ جو جانور تھے، انہیں بھی اپنی قریاں گاہ تک نہیں پہنچنے دیا۔

(۱) یعنی مکے میں اپنا ایمان چھپائے رہ رہے تھے۔

(۲) کفار کے ساتھ لڑائی کی صورت میں ممکن تھا کہ یہ بھی مارے جاتے اور تمہیں ضرر پہنچتا، معرّوۃ کے اصل معنی عیب کے ہیں۔ یہاں مراد کفارہ اور وہ برائی اور شرمندگی ہے جو کافروں کی طرف سے تمہیں اٹھانی پڑتی۔ یعنی ایک تو قتل خطا کی دیت دینی پڑتی اور دوسرے، کفار کا یہ طعنہ سہنا پڑتا کہ یہ اپنے مسلمان ساتھیوں کو بھی مار ڈالتے ہیں۔

(۳) یہ لَوْلَا کا محذوف جواب ہے۔ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی تو تمہیں مکے میں داخل ہونے کی اور قریش مکہ سے لڑنے کی اجازت دے دی جاتی۔

(۴) بلکہ اہل مکہ کو مہلت دے دی گئی تاکہ جس کو اللہ چاہے قبول اسلام کی توفیق دے دے۔

(۵) تَزَيَّلُوا بمعنی تَمَيَّزُوا ہے مطلب یہ ہے کہ مکے میں آباد مسلمان، اگر کافروں سے الگ رہائش پذیر ہوتے، تو ہم تمہیں اہل مکہ سے لڑنے کی اجازت دے دیتے اور تمہارے ہاتھوں ان کو قتل کرواتے اور اس طرح انہیں دردناک سزا دیتے۔ عذاب الیم سے مراد یہاں قتل، قیدی بنانا اور قہر و غلبہ ہے۔

(۶) اِذْ كَاظِفُوا لَوْ لَعَدَبْنَا ہے یا وَاذْكُرُوا مُحَمَّدًا ہے۔ یعنی اس وقت کو یاد کرو، جب کہ ان کافروں نے.....

(۷) کفار کی اس حسیت جاہلیہ (عار اور غرور) سے مراد اہل مکہ کا مسلمانوں کو مکے میں داخل ہونے سے روکنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے ہمارے بیٹوں اور باپوں کو قتل کیا ہے۔ لات و عزیٰ کی قسم ہم انہیں کبھی یہاں داخل نہیں ہونے

دیں گے یعنی انہوں نے اسے اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بنا لیا۔ اسی کو حمیت جاہلیہ کہا گیا ہے، کیونکہ خانہ کعبہ میں عبادت کے لیے آنے سے روکنے کا کسی کو حق حاصل نہیں تھا۔ قریش مکہ کے اس معاندانہ رویے کے جواب میں خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے جذبات میں بھی شدت آجاتی اور وہ بھی اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا کر کے جانے پر اصرار کرتے، جس سے دونوں کے درمیان لڑائی چھڑ جاتی، اور یہ لڑائی مسلمانوں کے لیے سخت خطرناک رہتی (جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمادی یعنی انہیں صبر و تحمل کی توفیق دے دی اور وہ پیغمبر ﷺ کے ارشاد کے مطابق حدیبیہ میں ہی ٹھہرے رہے جوش اور جذبے میں آکر کے جانے کی کوشش نہیں کی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس حمیت جاہلیہ سے مراد قریش مکہ کا وہ رویہ ہے جو صلح کے لیے اور معاہدے کے وقت انہوں نے اختیار کیا۔ یہ رویہ اور معاہدہ دونوں مسلمانوں کے لیے بظاہر ناقابل برداشت تھا۔ لیکن انجام کے اعتبار سے چونکہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا بہترین مفاد تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہایت ناگواری اور گرانی کے باوجود اسے قبول کرنے کا حوصلہ عطا فرمادیا۔ اس کی مختصر تفصیل اس طرح ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے بھیجے ہوئے نمائندوں کی یہ بات تسلیم کر لی کہ اس سال مسلمان عمرے کے لیے مکہ نہیں جائیں گے اور یہیں سے واپس ہو جائیں گے تو پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاہدہ لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے حکم سے، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی۔ انہوں نے اس پر اعتراض کر دیا کہ 'رحمن' کو ہم نہیں جانتے۔ ہمارے ہاں جو لفظ استعمال ہوتا ہے، اس کے ساتھ یعنی بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ، (اے اللہ! تیرے نام سے) لکھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسی طرح لکھوایا۔ پھر آپ ﷺ نے لکھوایا 'یہ وہ دستاویز ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل مکہ سے مصالحت کی ہے' قریش کے نمائندوں نے کہا، اختلاف کی بنیاد تو آپ ﷺ کی رسالت ہی ہے، اگر ہم آپ ﷺ کو رسول اللہ مان لیں تو اس کے بعد جھگڑای کیا رہ جاتا ہے؟ پھر ہمیں آپ ﷺ سے لڑنے کی اور بیت اللہ میں جانے سے روکنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ ﷺ یہاں محمد رسول اللہ کی جگہ 'محمد بن عبد اللہ' لکھیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی لکھنے کا حکم دیا۔ (یہ مسلمانوں کے لیے نہایت اشتعال انگیز صورت حال تھی، اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر سکینت نازل نہ فرماتا تو وہ کبھی اسے برداشت نہ کرتے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے 'محمد رسول اللہ' کے الفاظ مٹانے اور کائے سے انکار کر دیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ لفظ کہاں ہے؟ ہجانے کے بعد خود آپ ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے مٹا دیا اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ تحریر کرنے کو فرمایا۔ اس کے بعد اس معاہدے یا صلح نامے میں تین باتیں لکھیں گئیں۔ ۱- اہل مکہ میں سے جو مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا، اسے واپس کر دیا جائے گا۔ ۲- جو مسلمان اہل مکہ سے جا ملے گا، وہ اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔ ۳- مسلمان آئندہ سال کے میں آئیں گے اور یہاں تین دن قیام کر سکیں گے، تاہم انہیں ہتھیار ساتھ لانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ) اور اس کے ساتھ دو باتیں اور لکھی گئیں۔ ۱- اس سال لڑائی موقوف رہے گی۔ ۲- قبائل میں سے جو چاہے مسلمانوں کے ساتھ اور جو چاہے قریش کے ساتھ ہو جائے۔

بِهَا وَأَهْلُهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۳۱﴾

جمائے رکھا^(۱) اور وہ اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ (۳۶)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے (چین کے ساتھ) نذر ہو کر،^(۲) وہ ان

امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے،^(۳) پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔^(۴) (۲۷) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کرے،^(۵) اور اللہ

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ بِالْوَيْبِ الْمَوْتِ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْأَعْرَابُ إِذْ شَاءَ اللَّهُ أُوَيْبِينَ عَجَلِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُونَ أَفَجَعَلْ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۳۱﴾

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

(۱) اس سے مراد کلمۂ توحید و رسالت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ہے، جس سے حدیبیہ والے دن مشرکین نے انکار کیا (ابن کثیر) یا وہ صبر و وقار ہے جس کا مظاہرہ انہوں نے حدیبیہ میں کیا یا وہ وفائے عہد اور اس پر ثبات ہے جو تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ (فتح القدیر)

(۲) واقعہ حدیبیہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مسلمانوں کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف و عمرہ کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ نبی کا خواب بھی بمنزلہ وحی ہی ہوتا ہے۔ تاہم اس خواب میں یہ تعین نہیں تھی کہ یہ اسی سال ہو گا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسے بشارت عظیمہ سمجھتے ہوئے، عمرے کے لیے فوراً ہی آمادہ ہو گئے اور اس کے لیے عام منادی کرادی گئی اور چل پڑے۔ بالآخر حدیبیہ میں وہ صلح ہوئی، جس کی تفصیل ابھی گزری، دراصل حالیکہ اللہ کے علم میں اس خواب کی تعبیر آئندہ سال تھی، جیسا کہ آئندہ سال مسلمانوں نے نہایت امن کے ساتھ یہ عمرہ کیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر کے خواب کو سچا کر دکھایا۔

(۳) یعنی اگر حدیبیہ کے مقام پر صلح نہ ہوتی تو جنگ سے کئے میں مقیم کمزور مسلمانوں کو نقصان پہنچتا، صلح کے ان فوائد کو اللہ ہی جانتا تھا۔

(۴) اس سے فتح خیبر و فتح مکہ کے علاوہ، صلح کے نتیجے میں جو بہ کثرت مسلمان ہوئے وہ بھی مراد ہے، کیونکہ وہ بھی فتح کی ایک عظیم قسم ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ڈیڑھ ہزار تھے، اس کے دو سال بعد جب مسلمان مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تو ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

(۵) اسلام کا یہ غلبہ دیگر ادیان پر دلائل کے لحاظ سے تو ہر وقت مسلم ہے۔ تاہم دنیوی اور عسکری لحاظ سے بھی قرون اولیٰ اور اس کے مابعد عرصہ دراز تک، جب تک مسلمان اپنے دین پر عامل رہے انہیں غلبہ حاصل رہا، اور آج بھی یہ

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كُنُوا رَبَّاءَ لَكُنُوا عَمَلًا مِّمَّنْ كَفَرُوا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۲۸﴾

تعالیٰ کافی ہے گواہی دینے والا۔ (۲۸)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے،^(۱) مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا کھو انکا^(۲) پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا^(۳) تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے،^(۴) ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ (۲۹)^(۵)

مُعْتَدًا لِمَنْ يَدْعُوهُ إِلَى اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْهِمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۲۹﴾

ماویٰ غلبہ ممکن ہے بشرطیکہ مسلمان، مسلمان بن جائیں ﴿وَأَنْتُمْ أَكْثَرُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران ۱۳۹) یہ دین غالب ہونے کے لیے ہی آیا ہے، مغلوب ہونے کے لیے نہیں۔

(۱) انجیل پر وقف کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ان کی یہ خوبیاں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔ ان کی یہی خوبیاں تورات و انجیل میں مذکور ہیں۔ اور آگے کززع میں اس سے پہلے ہُنْ مَحْذُوف ہو گا۔ اور بعض فِي التَّوْرَةِ پر وقف کرتے ہیں یعنی ان کی مذکورہ صفت تورات میں ہے اور ﴿مَنْ يَدْعُوهُ إِلَى اللَّهِ﴾ کو کززع کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یعنی انجیل میں ان کی مثال، مانند اس کھیتی کے ہے۔ (فتح القدر)

(۲) شَطَاةً سے پودے کا وہ پہلا طور ہے جو دانہ پھاڑ کر اللہ کی قدرت سے باہر نکلتا ہے۔

(۳) یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔ ابتدا میں وہ قلیل تھے، پھر زیادہ اور مضبوط ہو گئے، جیسے کھیتی، ابتدا میں کمزور ہوتی ہے، پھر دن بدن قوی ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ مضبوط تھے پر وہ قائم ہو جاتی ہے۔

(۴) یا کافر غیظ و غضب میں مبتلا ہوں۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بڑھتا ہوا اثر و نفوذ اور ان کی روز افزوں قوت و طاقت، کافروں کے لیے غیظ و غضب کا باعث تھی، اس لیے کہ اس سے اسلام کا دائرہ پھیل رہا اور کفر کا دائرہ سمٹ رہا تھا۔ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض ائمہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض و عناد رکھنے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس فرقہ ضالہ کے دیگر عقائد بھی ان کے کفر پر ہی دال ہیں۔

(۵) اس پوری آیت کا ایک ایک جز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و فضیلت، اخروی مغفرت اور اجر عظیم کو واضح کر رہا